نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا

ترجمہ: ہاں، جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے، جو ان کی بات قبول کرے گا اسے وہ جہنم میں جھونک دیں گے۔

لمحة عن الفرق الضاله

گمراہ فرقوں پر ایک سرسری نظر

خطاب:

الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ

بمقام:

طائف، 3/3/1415ھ

مترجم:

ڈ/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

فرقوں پر گفتگو کرنے کی اہمیت

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الصادق الامين، وعلى آله وصحبه اجمعين، اما بعد:

فرقوں کے بارے میں گفتگو کرنا عام تاریخی واقعات کے بیان کرنے جیسا نہیں ہے، یہاں یہ مقصد قطعی نہیں ہے کہ فرقوں کے اصول اور ان کی تاریخ سے صرف مطلع اور باخبر ہوا جائے جیسا کہ گزشتہ تاریخی واقعات اور حوادث کے بارے میں ہوتا ہے بلکہ فرقوں کے بارے میں گفتگو کرنے کا مقصد بہت ہی عظیم ہے؛ وہ یہ کہ تاکہ ان فرقوں کے شر و رفتن سے بچا جائے اور لوگوں کو اہل سنت والجماعت کو لازم پکڑنے پر ابھارا جائے۔

اور اہل سنت والجماعہ کے مخالف جن امور میں یہ فرقے ملوث ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے، اور یہ چیز یوں ہی حاصل نہیں ہو جائے گی بلکہ اس کے لیے بحث و تحقیق کرنا ضروری ہے اور ان فرقوں کے بارے میں تفصیلی معلومات رکھنا واجب ہے اور ساتھ ہی یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ فرقہ ناجیہ کیا ہے؟

یہ اہل سنت والجماعہ کون ہیں کہ جن کے ساتھ رہنا ایک مسلمان پر واجب ہے؟ اور دوسرے مخالف فرقے کون ہیں؟ ان کے مذاہب اور شبہات کیا ہیں تاکہ ہم ان سب کو جان کر ان سے بچ سکیں؟ کیونکہ جو برائی کو نہیں جانتا وہی اس میں واقع ہوسکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہوا

ہے:

عَن حُذَيفَةَ بنَ اليَمَانِ، يَقُولُ: كَانَ النَّاسُ يَسأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَنِ الخَيرِ وَكُنتُ أَسأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَن يُدرِكَنِي، فَقُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهَذَا الخَيرِ فَهَل بَعدَ هَذَا الخَيرِ مِن شَرٍّ، قَالَ: نَعَم، قُلتُ: وَهَل بَعدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِن خَيرٍ، قَالَ: نَعَم وَفِيهِ دَخَنٌ، قُلتُ: وَمَا دَخَنُهُ، قَالَ: قَومٌ يَهدُونَ بِغَيرِ هَديِي تَعرِفُ مِنهُم وَتُنكِرُ، قُلتُ: فَهَل بَعدَ ذَلِكَ الخَيرِ مِن شَرٍّ، قَالَ: نَعَم دُعَاةٌ إِلَى أَبوَابِ جَهَنَّمَ مَن أَجَابَهُم إِلَيهَا قَذَفُوهُ فِيهَا، قُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفهُم لَنَا، فَقَالَ: هُم مِن جِلدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلسِنَتِنَا، قُلتُ: فَمَا تَأمُرُنِي إِن أَدرَكَنِي ذَلِكَ، قَالَ: تَلزَمُ جَمَاعَةَ المُسلِمِينَ وَإِمَامَهُم، قُلتُ: فَإِن لَم يَكُن لَهُم جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ، قَالَ: فَاعتَزِل تِلكَ الفِرَقَ كُلَّهَا وَلَو أَن تَعَضَّ بِأَصلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدرِكَكَ المَوتُ وَأَنتَ عَلَى ذَلِكَ".

ترجمہ: سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوسرے صحابہ کرام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میں ان میں نہ پھنس جاؤں ۔ تو میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے زمانے میں تھے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر و برکت (اسلام کی) عطا فرمائی، اب کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا کوئی زمانہ آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ ہاں، میں نے سوال کیا، اور اس شر کے بعد پھر خیر کا کوئی زمانہ آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، لیکن اس خیر پر کچھ دھواں ہو گا۔ میں نے عرض کیا وہ دھواں کیا ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میری سنت اور طریقے کے علاوہ دوسرے طریقے اختیار کریں گے۔ ان میں کوئی بات اچھی ہو گی کوئی بری۔ میں نے سوال کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا کوئی زمانہ آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے، جو ان کی بات قبول کرے گا اسے وہ جہنم میں جھونک دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے اوصاف بھی بیان فرما دیجئیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہماری ہی قوم و مذہب کے ہوں گے۔ ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا، پھر اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا حکم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا، میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان تمام فرقوں سے اپنے کو الگ رکھنا۔ اگرچہ تجھے اس کے لیے کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ تیری موت آجائے اور تو اسی حالت پر ہو (تو یہ تیرے حق میں ان کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہو گا)۔ (صحیح بخاری:3606، صحیح مسلم:1847)۔

چنانچہ فرقوں اور ان کے مذاہب اور شبہات کی جانکاری رکھنا، اسی طرح فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے بارے میں جانکاری رکھنا اور ان کے جملہ امور سے متعلق معرفت حاصل کرنے میں ایک مسلمان کے لیے خیر کثیر ہے؛ کیونکہ ان گمراہ فرقوں کے پاس بڑے شبہات ہوتے ہیں،

ان کے پاس گمراہ کن لبھانے والی چیزیں ہوتی ہیں، ان کے پروپیگنڈوں سے ایک غافل اور نادان شخص دھوکہ کھا جاتا ہے اور پھر انہیں سے جڑ جاتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ، قَالَ: نَعَمْ دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا، فَقَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا) ترجمہ: کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا کوئی زمانہ آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے، جو ان کی بات قبول کرے گا اسے وہ جہنم میں جھونک دیں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے اوصاف بھی بیان فرمادیجئیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہماری ہی قوم ومذہب کے ہوں گے۔ ہماری ہی زبان بولیں گے۔ (صحیح بخاری: 3606، صحیح مسلم :1847)۔

اس طرح خطرہ بہت سنگین ہے؛ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کرام کو اس تعلق سے بڑے ہی سنجیدہ انداز میں وعظ ونصیحت فرمائی تھی جیسا کہ سیدنا عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:

فَقَالَ الْعِرْبَاضُ" صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ:أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ".

ترجمہ: سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (سنن ابی داود: 4607)۔

یہاں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ میری امت میں اختلاف و انتشار پیدا ہوگا اور لوگ فرقوں میں بٹ جائیں گے، ایسے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی متحدہ جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کے مخالف تمام قسم کے اقوال و افکار اور گمراہ کن مذاہب سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے؛ کیونکہ یہی راہ نجات ہے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اجتماعیت اور اپنی کتاب کو تھامنے کا حکم دیا ہے ساتھ

ہی تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ[آل عمران:103]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [105] يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ) ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے[105] جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ، سیاہ چہرے والوں (سے کہا جائے گا) کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ اب اپنے کفر کا عذاب چکھو[106] اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے[آل عمران 107:]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ اہل سنت والجماعت کے منہ سفید اور نورانی ہونگے مگر اہل بدعت ومنافقت کے کالے منہ ہونگے۔ (تفسیر ابن کثیر:2 / 87)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے [الانعام: 159]۔

معلوم ہوا کہ دین ایک ہی ہے اور یہ وہی دین ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، یہ دین کسی تقسیم اور تفریق کو قبول نہیں کرتا ہے، اسے مختلف ادیان اور مذاہب میں منقسم نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ ایک دین ہے اور یہی اللہ کا دین ہے، یہ وہی دین ہے جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اسی پر اپنی امت کو چھوڑا ہے، یہ دین بالکل واضح ہے روشن اور چمکدار ہے، اس کی رات بھی اس کے دن کے اجالے کی طرح ہے، اس دین سے وہی بھٹک سکتا ہے جس کی ہلاکت مقدر بن چکی ہے؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (تركتُ فيكم أمرينِ، لن تَضِلُّوا بعدي أبدا ما تمسكتم بهما: كتابَ اللهِ وسُنَّةَ رسولِهِ) ترجمہ: میں نے تمہارے درمیان دو چیزوں کو چھوڑا ہے تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے: ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسرا اس کے رسول کی سنت۔ (موطا امام مالک:2 / 1899)۔

*کتاب وسنت کے اندر تفرقہ بازی کی مذمت اور اجتماعیت کی مدح وتعریف:

کتاب اللہ کے اندر جہاں بھی افتراق واختلاف کا ذکر آیا ہے وہ مذمت اور دھمکی ہی کے سیاق میں آیا ہے، اور جہاں بھی حق وہدایت پر اجتماعیت کا ذکر آیا ہے وہ مدح سرائی اور اجر عظیم کے وعدے کے سیاق میں آیا ہے؛ کیونکہ اسی میں دنیوی واخروی سعادت اور مصلحت مضمر ہے۔ سنت رسول کے اندر بہت ساری ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیتی ہیں، جیسے کہ ایک جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے، (یعنی مماثلت میں دونوں برابر ہوں گے) یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی

اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہو گی؟ آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔ (سنن ترمذی: 2641)۔

اس حدیث کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہیکہ اس امت کے اندر تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو کر رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے، سو جس چیز کی خبر آپ نے دے دی وہ ہو کر رہے گا۔

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خبر سے مراد تفرقہ بازی سے روکنا اور اس سے آگاہ کرنا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں فرمایا کہ یہ سارے فرقے دوزخی ہوں گے سوائے ایک کے۔

اور جب اس ناجی فرقے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔ (سنن ترمذی: 2641)۔

سو جو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقے اور منہج پر قائم ہوگا اسکا شمار فرقہ ناجیہ میں ہوگا اور جو اس منہج اور طریقے سے اختلاف کرے گا وہ دوزخ کی دھمکی کی زد میں ہوگا اسی قدر جتنا اسکا فرقہ حق سے دور ہوگا؛ اگر اسکا فرقہ کفر وارتداد میں مبتلا ہوگا تو وہ ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہنے والوں کے ساتھ ہوگا، اور اگر اسکا فرقہ اہل ایمان سے خارج نہیں ہوگا تو وہ بھی

سخت وعید کی زد میں ہوگا، اس وعید سے 73 / فرقوں میں سے صرف ایک ہی فرقہ مستثنیٰ ہے اور وہ فرقہ ناجیہ ہے، یہی وہ فرقہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقے اور منہج پر قائم ہے، یعنی کتاب اللہ، سنت رسول، منہج سلیم اور روشن طریقے پر گامزن ہوگا۔

یہی وہ راستہ ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے [التوبہ: 100]۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ) ترجمہ: اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس امت کے بعد میں آنے والوں سے یہی مطلوب ہے کہ وہ انصار و مہاجرین صحابہ جیسے سابقین اولین کے منہج کی پیروی کریں، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہج ہے اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ہے۔

لیکن جو انصار و مہاجرین صحابہ جیسے سابقین اولین کے منہج کی مخالفت کرے گا اسکا شمار گمراہوں میں ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا [69] ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا) ترجمہ: اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں [69] یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے [النساء: 70]۔

چنانچہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا؛ خواہ وہ کسی بھی زمانے کا ہو یا کسی بھی جگہ کا ہو، خواہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ہو یا دنیا کا آخری مسلمان ہو؛ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر باقی ہے تو اس کا شمار فرقہ ناجیہ میں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا) ترجمہ: وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں [النساء: 69]۔

لیکن جو اس منہج سے منحرف ہو جائے گا وہ اس وعدے کو حاصل نہیں کر پائے گا اور نہ ہی مذکورہ انعام یافتہ نیک صحبت میں رہ پائے گا بلکہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جو اس منہج کی مخالفت کرتے ہیں۔

اسی لیے ہم اپنی نمازوں کے اندر ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے آخر میں وارد اس عظیم دعاء کا بار بار تکرار کرتے ہیں: (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ [6] صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ [6] ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔ [الفاتحہ:7]۔

یہ ایک عظیم دعا ہے جسے ہم اپنی نمازوں کے اندر ہر رکعت میں اللہ تعالی سے مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں کے راستے پر چلائے جن پر اس کا انعام ہوا ہے، یہی وہ راستہ اور منہج ہے جسے لے کر تمام انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے ہیں اور قیامت تک ان کے پیروکار اسی منہج پر قائم ہوں گے، ان میں آخری پیغمبر اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ اس وقت لائق اتباع ہیں اور آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک لاگو ہوگی؛ اس لیے کہ آپ آخری نبی ہیں قیامت تک لوگ اسی شریعت کے پابند ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع واجب ہے حتی کہ اگر بفرض محال انبیاء سابقین میں سے کوئی آ بھی جائے تو اس پر بھی ضروری ہوگا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اور پیروی کرے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي".

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق مت پوچھا کرو اس لئے کہ وہ تمہیں صحیح راستہ کبھی نہیں دکھائیں گے کیونکہ وہ تو

خود گمراہ ہیں اب یا تو تم کسی غلط بات کی تصدیق کر بیٹھو گے یا کسی حق بات کی تکذیب کر جاؤ گے اور یوں بھی اگر تمہارے درمیان سیدنا موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے علاوہ انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (مسند احمد: 14631)۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں بیان کیا ہے: (وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ) ترجمہ: اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب وحکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ [آل عمران: 81]۔

یہاں رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جیسا کہ فرمایا: (مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ.[81] فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[82]أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ) ترجمہ: تمہارے پاس کوئی

رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ [81] پھر جو اس کے بعد پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ [82] تو کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کچھ اور تلاش کرتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے خوشی اور ناخوشی سے اسی کا فرماں بردار ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ [آل عمران:83]۔

چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سوائے دین محمدی کے اور کسی دین کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ چنانچہ جو دین محمدی کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کی تلاش کرے گا وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوگا بلکہ وہ بروز قیامت خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ : اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔ [آل عمران : 85]۔ مزید ارشاد فرمایا: (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) ترجمہ: ان لوگوں کی راہ نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوگئے۔ [الفاتحہ:7]۔

جن پر اللہ کا غضب ہوا اس سے وہ یہودی لوگ مراد ہیں جن کے پاس علم تھا مگر انہوں نے عمل نہیں کیا، اسی طرح ان میں وہ گمراہ علماء بھی شامل ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں مگر وہ خواہشات نفس اور ذاتی مصلحتوں کی بنیاد پر اسے چھوڑ دیتے ہیں، وہ اس حق کو پہچانتے ہیں جسے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے مگر وہ اس کی اتباع نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے اغراض اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور ان تمام جذبات، رجحانات اور افکار کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے مذہب اور مسلک کی طرف سے ان پر تھوپے جاتے ہیں، یہ سارے لوگ ان لوگوں میں شامل ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوگا؛ اس لیے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر اور علم و بصیرت کے باوجود اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اسی لیے ان پر اللہ کا غضب ہوگا۔ اور راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو بغیر علم کے عمل کرتے ہیں اور عبادت میں خوب مشقت اٹھاتے ہیں مگر اس طریقے سے اسے انجام نہیں دیتے ہیں جیسے اللہ کے رسول نے سکھایا ہے جیسے کہ بدعتی اور وہ منحرف لوگ جو عبادت، زہد، نماز اور روزے میں خوب مشقت اٹھاتے ہیں مگر یہ ایسی عبادات ایجاد کرتے ہیں جن پر اللہ کی طرف سے کوئی ثبوت اور دلیل نہیں ہوتا، یہ اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں کچھ ایسی چیزوں کی بنیاد پر جو اللہ کے رسول سے ثابت نہیں ہوتی ہیں؛ یہی لوگ گمراہ ہیں ان کا سارا عمل مردود ہے، اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ".

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے ہمارے دین میں ایسی بات نکالی، جس کی اس میں دلیل نہیں ہے، وہ مردود ہے۔“ (صحیح مسلم:1718)۔

اسی سند سے ایک دوسری روایت میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں: (مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ) ترجمہ: جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے، وہ مردود ہے۔

یہی لوگ گمراہ ہیں، ان میں نصاری بھی شامل ہیں اور ہر وہ شخص شامل ہے جو اللہ کی عبادت جہالت اور ضلالت کی بنیاد پر کرے گرچہ اس کی نیت درست اور مقصد نیک ہو؛ اس لیے کہ صرف مقاصد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عبادت میں اتباع اور پیروی کا بھی اعتبار ہوتا ہے۔

* قبولیت عمل کے شرائط:

کوئی بھی عمل ہو اسکے لئے دو شرطیں ضروری ہیں؛ تاکہ وہ عند اللہ مقبول ہو جائیں اور بندے کو اس پر اجر وثواب بھی حاصل ہو جائے:

1- اللہ کیلئے اخلاص۔

2- سنت رسول کی متابعت، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) ترجمہ: سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے۔ بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی [البقرہ: 112]۔

اللہ کے سامنے چہرے کو جھکانے کا مطلب اس کے لیے اخلاص سے پیش آنا ہے اور احسان سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا ہے۔

اس طرح یہاں پر اللہ تبارک وتعالی نے کتاب وسنت پر مجتمع ہونے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی واختلاف کرنے سے منع کیا ہے، اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کتاب وسنت پر مجتمع ہونے کا حکم دیا ہے اور تفرقہ بازی واختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ کتاب وسنت پر مجتمع ہونے ہی میں دنیا وآخرت ہر جگہ کے لیے بھلائی ہے اور تفرقہ بازی اور اختلاف میں دنیا و آخرت ہر جگہ نقصان اور خسارہ ہے۔

سو یہ معاملہ بہت ہی اہم اور شدید اہتمام کے لائق ہے؛ کیونکہ جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا جا رہا ہے فرقوں، جماعتوں اور باطل مذاہب وافکار کی کثرت ہوتی جا رہی ہے، ایک دوسرے کے خلاف شکوک وشبہات اور پروپیگنڈے پھیلائے جا رہے ہیں، ایسی صورت میں ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ غور وفکر سے کام لے؛ چنانچہ جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لے خواہ وہ کہنے والا کوئی بھی ہو؛ اس لیے کہ حق بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے، اور جو کتاب وسنت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہو اسے چھوڑ دے خواہ وہ کہنے والا اس کی جماعت ہی کا کیوں نہ ہو؛ اس لیے کہ انسان نجات اور کامیابی کا متلاشی ہے، کوئی بھی اپنے لیے گھاٹے کا سودا اور ہلاکت پسند نہیں کرے گا۔

ایسے مسئلے میں مداہنت اور چاپلوسی کوئی فائدہ نہیں دے گی؛ اس لیے کہ یہ جنت اور دوزخ کا مسئلہ ہے، کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ مداہنت، تعصب یا خواہشات نفسانی کی بنیاد پر وہ اہل سنت والجماعہ کے طریقے کو چھوڑ دے؛ کیونکہ اس سے خود اسی کا نقصان ہے، وہ نجات راہ نجات سے نکل کر ہلاکت کی کھائی میں گرنے والا ہے اور اہل سنت والجماعہ کی مخالفت کرنے والے

انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے خواہ ان کے ساتھ رہیں یا ان کی مخالفت کریں؛ اگر آپ ان کا ساتھ دیتے ہیں تو یہ خوشی کی بات ہے وہ اس پر خوش ہوں گے؛ کیونکہ وہ لوگوں کے لیے خیر ہی چاہتے ہیں اور اگر آپ ان کی مخالفت کریں گے تو اس سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ باقی رہے گا، اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے وہ اسی حال میں حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ یعنی قیامت آجائے گی۔

چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ مخالفت کرنے والا خود اپنا ہی نقصان اٹھائے گا۔



* اس بات کا بیان کہ اصل اعتبار حق کی موافقت ہے نہ کہ کثرت کا:

کثرت کوئی معیار نہیں ہے، بلکہ اصل اعتبار اور معیار حق کی موافقت ہے، گرچہ اسکی موافقت کرنے والے تھوڑے ہی لوگ کیوں نہ ہوں، حتیٰ کہ کسی وقت میں ایک ہی فرد ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ حق پر ہے تو وہی تنہا جماعت ہے۔

جماعت کیلئے کثرت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جماعت کیلئے حق کی یعنی کتاب وسنت کی موافقت کی ضرورت ہے گرچہ موافقت کرنے والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

ہاں اگر حق کی موافقت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو یہ مزید بہتر ہے۔

لیکن اگر لوگوں کی اکثریت حق کے مخالف ہو تو ہم حق ہی کا ساتھ دیں گے گرچہ اسکا ساتھ دینے والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

اور جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفرقہ بازی اور اختلاف کے واقع ہونے کی پیشین گوئی کی تھی وہ ویسا ہی واقع ہو چکا ہے، اور آگے امت کے اندر مزید اختلاف پیدا ہوگا جس طرح زمانہ آگے بڑھتا جائے گا اسی قدر اختلاف اور تفرقہ بازی میں بھی اضافہ ہوگا یہاں تک کہ قیامت آجائے، یہ سب اللہ کی طرف سے حکمت پر مبنی ہے؛ تاکہ اللہ اپنے بندوں کو آزمائے اور ان لوگوں کو ممتاز کردے جو حق کے متلاشی ہیں ان لوگوں سے جو خواہشات نفس اور تعصب کو ترجیح دیتے ہیں

ارشاد باری تعالی ہے:(أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ[2] وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا

وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ) ترجمہ: کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔[2] حالانکہ بلاشبہ یقینا ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔[العنکبوت:3]۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ[118] إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ) ترجمہ: اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا۔ وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے [118] بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے، انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے، اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے پر کروں گا[ھود:119]۔

معلوم ہوا کہ تفرقہ بازی اور اختلاف کا واقع ہونا یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے ایک آزمائش ہے ورنہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمام لوگوں کو حق پر جمع کر دے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ) ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو یقینا انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔(الانعام:35)۔

یقینا اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ تفرقہ بازی اور اختلاف کے ذریعے اپنے بندوں کو آزمائے تاکہ متلاشیان حق کو نفس پرستی اور تعصب کے دلدادوں سے ممتاز کر دے، اور علمائے امت ہمیشہ ہر جگہ اس طرح کے اختلاف اور تفرقہ بازی

سے منع کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیتے رہے ہیں، اور اس بارے میں انہوں نے کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو ان کے بعد آج بھی باقی ہیں؛ چنانچہ آپ صحیح بخاری کے اندر کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے پر مکمل ایک چیپٹر پا جائیں گے، اسی طرح عقائد کی کتابوں میں ان فرقوں کا ذکر پا جائیں گے جو ہلاک ہونے والے ہیں اور اس فرقے کا بھی ذکر موجود ہے جو نجات پانے والا ہے، ان کتابوں میں سب سے بہتر شرح الطحاویہ ہے اور یہ کتاب ہر جگہ میسر ہے۔

یہاں مقصد حق اور باطل کو ایک دوسرے سے واضح کرنا ہے؛ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تفرقہ بازی اور اختلاف کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی وہ ویسا ہی واقع ہو چکا ہے، ایسی حالت میں ہم پر واجب ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں پر عمل کریں: چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پس منظر میں فرمایا ہے کہ میری سنت کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا۔ چنانچہ اس خطرے سے نجات صرف کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں ہے، اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ چیز بڑی آسانی سے حاصل ہو جائے گی، اس کے لیے بڑی مشقت اور محنت کی ضرورت ہے۔

بلکہ صبر اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے ورنہ حق کو مضبوطی سے تھامنے والا بالخصوص آخری زمانے میں بڑی تکلیفوں کا سامنا کرتا ہے، اس کی مثال ایسے شخص سے دی گئی ہے جو اپنے ہاتھ میں انگارا لیے ہوئے ہو جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اور جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھام کے رکھتے ہیں اور منہج سلف پر چلتے ہیں انہیں آخری

زمانے میں اجنبی بتایا گیا ہے جیسا کہ اس تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ ان اجنبی لوگوں کے لیے خوشخبری ہو جو ان لوگوں کی اصلاح کریں گے جنہوں نے میرے بعد میری سنت کو بگاڑ کے رکھ دیا ہو گا۔ (سنن ترمذی: 2630)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس وقت اصلاح کا کام کریں گے جب لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ (مسند احمد: 4/74)۔

اور اس کے لیے سب سے پہلے علم کی ضرورت ہے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول نیز منہج سلف کا علم، اور اس منہج کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے صبر کی ضرورت ہے؛ کیونکہ اس راستے میں بڑی تکلیفوں کا سامنا ہوتا ہے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم [1] بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی [العصر: 3]۔

یہ سورت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اپنے ایمان وعمل اور حق کی تلقین کرنے میں بڑی مشقتوں کا سامنا کریں گے، لوگوں کی طرف سے ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا، لوگ ڈانٹ پلائیں گے اور ملامت کریں گے بلکہ لوگوں کی دھمکیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا، بسا اوقات مار اور قتل کا بھی سامنا ہو سکتا ہے مگر وہ ان سب پر صبر سے کام لیں گے جب تک کہ وہ حق پر قائم ہوں

گے، وہ حق ہی کی خاطر صبر کریں گے اور اس پر ثابت قدم رہیں گے، اور جب ان کے لیے یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ غلطی پر ہیں تو فورا درستگی کی طرف واپس ہو جائیں گے؛ کیونکہ یہی ان کا مقصد ہے۔



فرقوں کے اصول کا بیان

امت کے اندر تفرقہ بازی اور اختلاف بہت پہلے سے شروع ہوگیا ہے، ہم اس لیکچر کے اندر صرف چار فرقوں پر گفتگو کریں گے؛ کیونکہ یہی چار فرقے تقریبا تمام فرقوں کے لیے اصول مانے جاتے ہیں۔

* پہلا فرقہ: قدریہ:

سب سے پہلا فرقہ قدریہ کا ہے جو کہ عہد صحابہ کے آخر میں پیدا ہوا تھا۔

قدریہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کائنات کے اندر جو کچھ بھی رونما ہو رہا ہے وہ اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلے سے بالکل نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ بندوں کے عمل سے ہوتا ہے، اس میں اللہ کی تقدیر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اس طرح یہ ایمان کے چھٹے رکن کا انکار کرتے ہیں؛ اس لیے کہ ارکان ایمان چھ ہیں: اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت پر اور بھلی بری تقدیر پر، اور یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

انہیں اسی لیے قدریہ کہتے ہیں، اسی طرح انہیں اس امت کا مجوس بھی کہا جاتا ہے۔

اس لیے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر کوئی اپنے عمل کا خالق ہے، اس میں اللہ کی تقدیر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے؛ اس طرح یہ اللہ کے ساتھ دوسرے خالق کو بھی ثابت مانتے ہیں ان مجوسیوں

کی طرح جن کا عقیدہ ہے کہ اس کائنات کے دو خالق ہیں: ایک نور اور دوسرا ظلمات۔ نور خیر کا خالق ہے جبکہ ظلمت شر کا خالق ہے۔

اس بارے میں قدریہ مجوسیوں سے بھی دو قدم آگے ہیں؛ اس لیے کہ یہ کئی ایک خالق کے قائل ہیں؛ کیونکہ ان کا کہنا ہے ہر کوئی اپنے فعل کا خالق ہے؛ اسی لیے انہیں اس امت کا مجوس کہا جاتا ہے۔

ان کے مقابلے میں فرقہ جبریہ ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل پر مجبور ہے، اس کا اپنا کوئی عمل اور اختیار نہیں ہے، وہ پرندے کے اس ٹوٹے ہوئے پنکھ کی طرح ہے جسے ہوائیں ادھر ادھر اڑاتی پھرتی ہیں اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔

اسی لیے انہیں جبریہ کہا جاتا ہے اور وہ غالی قدریہ ہیں جو تقدیر کے اثبات میں غلو کرتے ہیں اور بندے سے اختیار کو سلب کر لیتے ہیں۔

ان میں پہلا فرقہ ان کے برعکس ہے جو انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور اس میں غلو بھی کرتے ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے فعل کا خود خالق ہے اور اس میں اسے استقلال حاصل ہے، اللہ کی تقدیر کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالی ان کے اعمال وقاعد سے بلند و بالاتر ہے۔

اور انہیں منکرین تقدیر کہا جاتا ہے، انہی میں معتزلہ بھی شمار کیے جاتے ہیں اور وہ سارے لوگ جو ان کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں۔

قدریہ کا فرقہ اپنی دونوں مذکورہ قسم کے ساتھ خواہ وہ منکرین تقدیر ہوں یا تقدیر کو اثبات کرنے

والے جبریہ ہوں یہ لوگ مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے؛ اس لیے کہ انسان جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ گمراہیوں میں بھٹکنے لگتا ہے، ان میں سے ہر فرقہ اپنا ایک جدید مذہب ایجاد کرتا ہے اور اپنے سے ماقبل فرقے سے الگ ہو جاتا ہے، اہل ضلالت کی یہی پہچان ہے، ہمیشہ اور مسلسل وہ توڑ پھوڑ اور دھڑے بازی میں ہوتے ہیں، ہمیشہ ان کے افکار اور خیالات ایک دوسرے سے متعارض ہوتے ہیں اور نئے نئے افکار جنم لیتے رہتے ہیں۔

جہاں تک اہل سنت والجماعہ کا تعلق ہے تو ان کے یہاں نہ کوئی اضطراب ہے نہ کوئی اختلاف؛ اس لیے کہ یہ اسی حق کو مضبوطی سے تھامے ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، یہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوتے ہیں؛ اسی لیے ان کے یہاں نہ کوئی اختلاف واقع ہوتا ہے اور نہ ہی تفرقہ بازی؛ اس لیے کہ یہ صرف ایک ہی منہج پر قائم ہوتے ہیں۔

* دوسرا فرقہ: خوارج:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے آخری زمانے میں خروج و بغاوت کیا تھا اور ان کی بغاوت کے نتیجے میں خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی کی شہادت ہوگئی تھی، پھر اس کے بعد امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں ان کے شر و فتن میں مزید اضافہ ہوا یہاں تک کہ جماعت المسلمین سے یہ لوگ الگ ہو گئے بلکہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کر دی، اور آپ کے علاوہ دیگر صحابہ کی بھی تکفیر کر ڈالی؛ کیونکہ یہ لوگ ان کے مذہب کی موافقت نہیں کرتے تھے۔

یہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو ان کے عقیدے اور مذہب کے خلاف فیصلہ کرے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے زمانے کے سب سے افضل لوگوں کی تکفیر کرڈالی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی؛ کیونکہ اس وقت کے صحابہ کرام نے ان کی گمراہیوں اور کفر کی موافقت نہیں کی تھی۔

خوارج کا مذہب یہی ہے کہ یہ نہ تو سنت کی پابندی کرتے ہیں اور نہ جماعت کی اور نہ ہی یہ حاکم وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں بلکہ یہ حاکم وقت کے خلاف خروج اور بغاوت کرنے کو دین کا حصہ سمجھتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بالکل برعکس جس میں آپ نے حاکم وقت کی اطاعت کرنے کیلئے کہا ہے۔اور اللہ کے اس فرمان کے بالکل برعکس جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تمہارے اندر صاحب معاملہ ہیں۔(النساء:59)۔

یہاں آپ غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالی نے حاکم وقت کی اطاعت اور تابعداری کو دین کا حصہ قرار دیا ہے اور اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حاکم وقت کی اطاعت کو دین کا حصہ قرار دیا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے تقوی اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں گرچہ تمہارا حاکم ایک غلام ہی کیوں نہ ہو اور میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔(سنن ابی داوٗد:4607)۔

معلوم ہوا کہ ایک مسلمان حاکم کی اطاعت اور تابعداری کرنا دین کا حصہ ہے جبکہ خوارج کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں تو یہ آج کے انقلابی ذہنیت والوں کا طریقہ اور منہاج ہے، یہ خوارج وہی

لوگ ہیں جو مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں، حاکم وقت کی مخالفت اور اس بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

مرتکب کبیرہ یعنی ایک زانی، چور اور شرابی کو یہ کافر سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت والجماعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ سب مسلمان ہیں ان کے ایمان میں کمی ہوگئی ہے؛ اسی لیے یہ اسے ملی فاسق کہتے ہیں یعنی وہ اپنے ایمان کے اعتبار سے مومن جب کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہے؛ چنانچہ اسے ہم دین اسلام سے نہیں نکال سکتے الا یہ کہ وہ کھلا شرک کرے یا اسلام کے معروف نواقض میں سے کسی کا ارتکاب کرے، البتہ کفر و شرک کے علاوہ جہاں تک دوسرے گناہوں کا تعلق ہے تو ان کی وجہ سے ایک مسلمان دائرہ ایمان اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا گرچہ ان گناہوں کا تعلق کبائر سے ہو ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا [النساء:48]۔

جبکہ خوارج کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، اس کی بخشش نہیں ہے، وہ مخلد فی النار ہوگا جبکہ یہ کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے، ایسا کہنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے یہاں کتاب و سنت کا فہم نہیں ہے۔

آپ غور کریں کہ جس کی وجہ سے یہ ایسی بات کہہ رہے ہیں اس کی انہیں سمجھ ہی نہیں ہے:

اس لیے کہ یہ ایسی جماعت ہے جس کے اندر عبادت کے اندر، صوم وصلوۃ کے اندر اور تلاوت کلام پاک کے اندر بڑی تشدد پائی جاتی ہے، ان کے یہاں شدید غیرت بھی ہے مگر یہ نصوص کو صحیح سمجھتے نہیں ہیں اور یہی ان کی مصیبت ہے، جبکہ درست بات یہ ہے کہ تقوی اور عبادت کے اندر محنت ہونی چاہیے مگر اس کے ساتھ ساتھ دین کا فہم اور علم کا ہونا بھی ضروری۔

اسی تناظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعلق سے اپنے صحابہ سے یہ بات کہی تھی کہ تم لوگ اپنی نماز اور اپنی عبادت کو ان کی عبادت کے سامنے حقیر سمجھو گے، اور پھر اسی کے بعد آپ نے ان پر حکم لگاتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ یہ دین سے ویسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتی ہے۔(صحیح بخاری:3414)۔

یہ حکم آپ نے ان کی عبادت، ان کے تقوی اور ان کے قیام اللیل کے بعد لگایا ہے، لیکن چونکہ ان کی یہ ساری محنتیں درست بنیاد پر قائم نہیں ہے نہ ہی صحیح علم پر مبنی ہے؛ اسی لیے وہ انکے لئے گمراہی، ہلاکت اور امت کے لیے تباہی کا سبب ہیں۔

خوارج کے بارے میں یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ انہوں نے کبھی کفار سے قتال کیا ہو، یہ صرف مسلمانوں سے قتال کرتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور اہل اوثان یعنی کفار کو چھوڑ دیں گے۔(صحیح مسلم:1064)۔

اور یہ حقیقت ہے چنانچہ ہم نے خوارج کی تاریخ میں یہ کبھی نہیں سنا اور نہ کبھی پڑھا کہ انہوں نے کبھی کفار اور مشرکین سے قتال کیا ہو، یہ ہمیشہ مسلمانوں ہی سے قتال کرتے ہیں، انہوں نے امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا، امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو

انہوں نے قتل کیا، سیدنا زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو انہوں نے قتل کیا اور ان کے علاوہ کئی صحابہ کا انہوں نے خون کیا اور یہ آج تک برابر مسلمانوں ہی کا خون کرتے آرہے ہیں۔

یہ دراصل تقوی اور عبادت کے باوجود دین کے تعلق سے ان کی جہالت اور نہ سمجھی کا سبب ہے؛ چونکہ ان کی فکر علم صحیح اور فہم عمیق پر مبنی نہیں ہے؛ اسی لیے یہ فکر خود ان کے لیے وبال جان ہے، اور اسی لیے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ النونیہ کے اندر ان کے بارے میں کہتے ہیں جسکا مفہوم یہی ہے کہ جب انہوں نے فہم نصوص میں کوتاہی سے کام لیا تو اس کے نتیجے میں انہوں نے بڑی بڑی ٹھوکریں کھائیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی فکر کو ثابت کرنے کے لیے ایسے نصوص سے استدلال کرتے ہیں جنہیں یہ سمجھتے ہی نہیں، یہ قرآن اور سنت کے اندر وارد وعید والے نصوص سے معاصی پر استدلال کرتے ہیں اور ان کا معنی نہیں سمجھتے ہیں؛ کیونکہ یہ ان دوسرے نصوص سے کی طرف رجوع نہیں کرتے جن کے اندر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، یہ نصوص کے بعض حصوں کو لیتے ہیں اور بعض کو چھوڑ دیتے ہیں، یہی ان کی جہالت ہے۔

صرف دینی غیرت اور جذبہ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ دونوں چیزیں فقہ دین اور علم صحیح پر مبنی ہوں اور یہ دونوں چیزیں ان کے محل میں استعمال کی جائیں، دینی غیرت اور دینی جذبہ اپنی جگہ پہ بالکل صحیح ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ کتاب وسنت کے تابع ہوں اور ان کا موقع اور محل بھی مناسب ہو۔

دین کے لیے سب سے زیادہ غیرت اور مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا ہے اس کے باوجود انہوں نے خوارج سے قتال کیا ان کے سنگین خطرے اور ان کے شر وفتن کی وجہ سے؛ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ جنگ نہروان میں انہیں بری طرح قتل کیا اور اس تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی جو آپ نے کی تھی؛ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے جو خوارج کو قتل کرتے ہیں، اسی پیشن گوئی کی بنیاد پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تاکہ ان کے شر وفتن کو مسلمانوں سے ختم کیا جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس عظیم بشارت کو حاصل کی جائے۔

اس لیے ہر زمانے میں مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ جہاں بھی یہ خارجی فکر پائی جائے اور اس فکر کے حامل خوارج پائے جائیں انہیں سب سے پہلے دین کی صحیح دعوت دی جائے اور لوگوں کو ان کے تعلق سے آگاہ کیا جائے؛ اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کے شر وفتن سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے ان سے قتال کیا جائے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خوارج کی طرف اپنے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان سے مناظرہ کرنے کے لیے بھیجا تھا جو کہ ایک بڑے عالم دین اور ترجمان القران تھے؛ آپ کے علمی مناظرے کی وجہ سے ان خوارج میں سے چھ ہزار لوگوں نے توبہ کرلیا اور ایک بڑی جماعت خارجی فکر پر قائم رہی اور اپنے موقف پر ڈٹی رہی، اس کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے قتال کیا تاکہ ان کے شر وفتن سے مسلمانوں کو بچایا جاسکے۔ یہ ہے خوارج کا فرقہ اور ان کا مذہب وفکر۔

* تیسرا فرقہ: شیعہ:

شیعہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو اہل بیت سے اپنی محبت اور میلان کا اظہار کرتا ہے۔

تشیع اصل میں اتباع اور مدد کرنے کو کہتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (وَإِنَّ مِنۡ شِيعَتِهِۦ لَإِبۡرَٰهِيمَ) ترجمہ: اور اس (نوح علیہ السلام کی) تابعداری کرنے والوں میں سے (ہی) ابراہیم (علیہ السلام بھی) تھے [الصافات: 83]۔ یعنی ان کے پیروکاروں میں ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں اور ان کی ملت کی مددگار بھی ہیں؛ اس لیے کہ یہ بات اللہ تعالی نے اس وقت کہی ہے جب نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔

اس طرح تشیع کا اصل معنی اتباع اور مدد کرنے کے ہیں، پھر اس کا اطلاق ایک فرقے پر ہونے لگا جس کا گمان ہے کہ وہ اہل بیت کی اتباع کرتا ہے یعنی علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی ذریت کی۔

اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حقدار ہیں؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں وصیت کی تھی، خلفائے ثلاثہ: ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے اور ان سے خلافت کو غصب کر لیا ہے۔ بالکل یہ اسی طرح کہتے ہیں اور یہی ان کا عقیدہ ہے جبکہ یہ اپنے اس عقیدے میں جھوٹے ہیں؛ کیونکہ تمام صحابہ کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہے ان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں؛ کیونکہ آپ نے بھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے بیعت کی تھی اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی

بیعت کی تھی، اگر ایسا نہ مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ کو خائن سمجھتے ہیں۔

یہ لوگ سوائے چند کے تمام صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، ساتھ ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ انہیں -نعوذ باللہ- قریش کا بت کہتے۔

ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ یہ ائمہ اہل بیت میں غلو سے کام لیتے ہیں اور انہیں شریعت سازی اور احکام کے منسوخ کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن کے اندر تحریف واقع ہوئی ہے اور اس کے اندر کمی بیشی کی گئی ہے، بلکہ یہ ائمہ اہل بیت کو اللہ کے علاوہ رب سمجھ رکھے ہیں؛ ان کی قبروں پر مزاریں اور قبے بنا رکھے ہیں جہاں وہ طواف کرتے ہیں، ان کے نام کا ذبیحہ کرتے ہیں اور ان کے لیے نذر و نیاز کرتے ہیں۔

یہ شیعہ فرقہ بہت سارے فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو چکا ہے: ان میں سے بعض کا عقیدہ بعض کے مقابلے ہلکا اور بعض کا سنگین ہے: انہی میں سے زیدیہ فرقہ بھی ہے، اور ایک اثنا عشری رافضی فرقہ بھی ہے، انہی میں سے اسماعیلیہ اور فاطمیہ بھی ہیں، اسی طرح قرامطہ بھی انہی میں سے ہیں، ان کے علاوہ بھی ان میں بہت سارے فرقے وجود میں آئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بھی حق کو چھوڑتے ہیں وہ مسلسل اختلاف اور انتشار کا شکار ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) ترجمہ: اگر وہ تم

جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منھ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالی ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے[البقرہ: 137]۔

جو حق کو چھوڑ دیتا ہے وہ باطل، گمراہی اور اختلاف کا شکار ہو جاتا ہے، وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچتا ہے بلکہ وہ خسارے اور گھاٹے میں ہوتا ہے۔

شیعہ بہت سارے فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح قدریہ بھی مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اور یہی حال خوارج کا بھی ہے یہ بھی بہت سارے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں: ازارقہ، حروریہ، نجدات، صفریہ اور اباضیہ فرقے انہی میں سے ہیں، انہی میں کچھ غالی فرقے پائے جاتے ہیں اور کچھ غالی نہیں ہیں۔

* چوتھا فرقہ: جہمیہ:

یہ جہمیہ کون ہے؟ آپ کو کیا معلوم جہمیہ کس فرقے کا نام ہے؟!

جہمیہ کی نسبت جہم ابن صفوان کی طرف ہے جو جعد ابن درہم کا شاگرد تھا اور یہ جعد ابن درہم طالوت کا شاگرد تھا اور یہ طالوت لبید بن عاصم یہودی کا شاگرد تھا، اس طرح یہ سب یہودیوں کے شاگرد ہیں۔

جہمیہ کا مذہب کیا ہے؟

یہ اللہ کے اسماء اور صفات کا انکار کرتے ہیں، ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالی اسماء اور صفات

سے پاک ہے؛ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالی کے لیے اسماء اور صفات کو ثابت ماننا شرک اور بہت سارے معبودوں کا ہونا لازم آتا ہے، یہی ان کا منحوس شبہہ ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ انہیں بھی تو عالم کہا جاتا ہے، کسی کو غنی اور کسی کو کاریگر اور کسی کو تاجر بولا جاتا ہے، کچھ تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک ساتھ کئی کئی صفات اور القاب سے متصف کیے جاتے ہیں، کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ ایک نہیں کئی کئی اشخاص سے عبارت ہیں؟!

یہی ان کا عقلی مغالطہ اور دھونس ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی کے لیے متعدد اسماء اور صفات کے ثابت ہونے سے بہت سارے معبودوں کا ہونا لازم نہیں آتا ہے؛ اسی لیے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے اسے یا رحمن یا رحیم پکارا تو مشرکین مکہ نے کہا یہ تو صرف ایک ہی معبود کی عبادت کرنے کا دعوی کرتا ہے مگر خود کئی کئی معبود کو پکار رہا ہے، اسی وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: (قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا) ترجمہ: کہہ دیجئیے کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ نہ تو تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر لے [الاسراء:110]۔

اس طرح اللہ تعالی کے بہت سارے نام ہیں جو اس کے کمال اور اس کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ کئی معبود پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے بلکہ وہ تو عظمت اور

کمال پر دلالت کرتے ہیں۔

اور ایسی کوئی ذات جس کی صفت نہ ہو اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے بلکہ یہ محال ہے کہ کوئی چیز پائی جائے اور اس کے صفات نہ ہوں گرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔

ان کا ایک شبہہ یہ بھی ہے کہ صفات کے ثابت ماننے سے تشبیہ لازم آتی ہے؛ کیونکہ انہی صفات کی طرح مخلوق کے اندر بھی صفات پائی جاتی ہیں، جبکہ یہ ایک باطل قول ہے؛ اس لیے کہ جو خالق باری تعالی کی صفات ہیں وہ اس کی ذات کے لائق اور مناسب ہیں اور جو مخلوق کی صفات ہیں وہ ان کے لائق اور مناسب ہیں دونوں کے درمیان کوئی تشابہ نہیں ہے۔

جہمیہ نے اسماء اور صفات کے باب میں گمراہی اور تقدیر کے باب میں جبر کو اکٹھا کر لیا ہے؛ کیونکہ جہمیہ کا کہنا ہے کہ بندے کی کوئی مشیت اور اختیار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے افعال پر مجبور ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اسے اس کے گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے تو وہ مظلوم ہوگا؛ اس لیے کہ یہ اس کا اپنا فعل نہیں ہے بلکہ وہ تو اس پر مجبور ہے جیسا کہ ان لوگوں کا دعوی ہے، اللہ تعالی ان کے خرافات سے بلند و بالاتر ہے۔

اس طرح انہوں نے تقدیر کے باب میں جبر کو اور اسماء اور صفات کے باب میں تجہم کو جمع کر لیا ہے، اور اسی طریقے سے ان کے یہاں ارجاء بھی پایا جاتا ہے، ساتھ ہی خلق قران کا گمراہ عقیدہ بھی ان کے یہاں پایا جاتا ہے، اس طرح یہ مختلف تاریکیوں اور گمراہیوں میں ملوث ہیں۔

یہی بات علامہ ابن القیم نے بھی اپنے قصیدہ نونیہ کے اندر کہی ہے کہ ان کے یہاں جبر، تجہم اور

ارجاء جیسی گمراہیاں پائی جاتی ہیں۔

حاصل کلام یہ ہیکہ یہی جہمیہ کا مذہب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انکار کرنے میں معروف ہیں، انہیں سے معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ کے فرقوں نے جنم لیا ہے۔

معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اسماء کو ثابت کرتے ہیں جبکہ صفات کا انکار کرتے ہیں اور جن اسماء کا وہ اثبات کرتے ہیں وہ مجرد الفاظ ہوتے ہیں جو نہ کسی معنی پر دلالت کرتے ہیں اور نہ کسی صفات پر۔

انہیں معتزلہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا امام واصل بن عطاء جلیل القدر تابعی حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھا؛ ایک مرتبہ حسن بصری رحمہ اللہ سے مرتکب کبیرہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ ناقص الایمان مومن ہے یعنی وہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہے۔

مگر واصل بن عطاء اپنے شیخ کے جواب سے راضی نہیں ہوا اور آپ کی مجلس چھوڑ کر الگ تھلگ ہو گیا اور کہنے لگا: ایسی بات نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہ مومن ہے نہ کافر ہے بلکہ وہ دو مقام کے درمیان ہے، اور یہ کہہ کر اس نے اپنے شیخ حسن بصری سے اختلاف کرلیا اور مسجد کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا اس کے ساتھ کچھ بیکار لوگ بھی جا کر بیٹھ گئے اور اس کی تائید کرنے لگے۔ ہمیشہ گمراہ داعی اسی طرح ہوتے ہیں، ان کی تائید کرنے والے عوام الناس کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو جاتی ہے، یہ سب اللہ کی طرف سے حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

آپ غور کریں کہ جلیل القدر تابعی حسن بصری رحمہ اللہ جو کہ اس وقت اہل سنت والجماعہ کے

شیخ تھے آپ کی مجلس خیر اور علم کی مجلس تھی مگر اسے چھوڑ کر کچھ لوگ واصل بن عطا جیسے معتزلی اور گمراہ شخص کی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے، اس فکر کے لوگ آج بھی پائے جاتے ہیں جو علماء اہل سنت والجماعہ کو چھوڑ کر منحرف اور گمراہ افکار کے حامل لوگوں کی طرف مائل ہیں۔

انہیں اسی وقت سے معتزلہ کہا جانے لگا؛ کیونکہ یہ اہل سنت والجماعت سے الگ تھلگ ہو گئے اور صفات باری تعالی کا انکار کرنے لگے، اسماء کو ثابت کرتے ہیں مگر مجرد الفاظ جو معنی اور صفت سے خالی ہو، یہ مرتکب کبیرہ پر وہی حکم لگاتے ہیں جو حکم خوارج لگاتے ہیں یعنی وہ مخلد فی النار ہوگا مگر یہ خوارج سے تھوڑا اختلاف رکھتے ہیں اور وہ بھی دنیا کی حد تک، چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دو مقام کے درمیان ہوگا یعنی نہ ہم اسے مومن کہیں گے اور نہ کافر البتہ آخرت میں اس کا انجام وہی ہوگا جو خوارج کہتے ہیں مگر دنیاوی اعتبار سے خوارج انہیں کافر کہتے ہیں۔

تعجب ہے! کیا یہ معقول بات ہے کہ ایک انسان بیک وقت نا مومن ہو اور نہ ہی کافر؟! جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) ترجمہ: اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں سے بعضے تو کافر ہیں اور بعض ایمان والے ہیں، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالی خوب دیکھ رہا ہے [التغابن:2]۔

یہاں پر اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ دو مقام کے درمیان ہوگا۔ کیا انہیں کوئی سمجھ نہیں ہے؟!

پھر انہی معتزلہ سے اشاعرہ کا مذہب پیدا ہوا، اشاعرہ اپنے آپ کو ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ پہلے معتزلی تھے پھر اللہ نے ان پر احسان کیا

یہاں تک کہ ان پر معتزلہ کے مذہب کا بطلان واضح ہو گیا، چنانچہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد میں کھڑے ہو کر انہوں نے معتزلہ کے مذہب سے برات کا اظہار کر لیا اور اپنے کپڑے کو اتارتے ہوئے کہا کہ میں مذہب معتزلہ کو ویسے ہی نکال پھینک رہا ہوں جیسے میں نے اپنے کپڑے کو نکال دیا۔ مگر اس کے بعد انہوں نے کلابیہ کا مذہب اختیار کر لیا جو کہ اس وقت عبداللہ بن سعید ابن کلاب کے پیروکار تھے، یہ عبداللہ ابن سعید ابن کلاب سات صفات کا اثبات کرتا تھا اور باقی کا منکر تھا، وہ کہتا تھا کہ انسانی عقل صرف سات صفات کو سمجھ سکتی ہے: علم، قدرت، ارادہ، حیات، سمع، بصر اور کلام۔

چنانچہ وہ کہتا تھا کہ یہ وہ صفات ہیں جنہیں عقل سمجھتی ہے اور جنہیں عقل نہیں سمجھتی ہے وہ ثابت نہیں ہیں۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ پر مزید احسان کیا اور انہوں نے کلابیہ کے مذہب کو بھی چھوڑ دیا اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا اور فرمایا کہ میرا مذہب وہی ہے جو امام اہل سنت والجماعہ احمد بن حنبل کا ہے کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے، اس کے پاس ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس بات کو انہوں نے اپنی کتاب الابانہ عن اصول الدیانہ کے اندر نقل کیا ہے، اسی طرح سے انہوں نے اسے اپنی دوسری کتاب مقالات الاسلامین واختلاف المصلین کے اندر بھی ذکر کیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں۔ گرچہ اس کے بعد بھی آپ کے پاس کچھ مخالفات رہ گئے تھے، لیکن آج بھی آپ کے پیروکار مذہب کلابیہ پر قائم ہیں چنانچہ ان میں سے اکثریت آپ کے پہلے مذہب کو ہی مانتی ہے؛ اسی

لیے انہیں اشاعرہ کہا جاتا ہے اشعری رحمہ اللہ کے پہلے مذہب کی طرف نسبت کرتے ہوئے؛ کیونکہ اہل سنت والجماعت مذہب کی طرف رجوع کرنے کے بعد آپ کی طرف یہ نسبت ظلم ہوگا، بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں کو کلابیہ کہا جائے نہ کہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے انہیں اشاعرہ کہا جائے؛ کیونکہ انہوں نے کلابیہ مذہب سے توبہ کرلیا تھا اور اس تعلق سے انہوں نے الابانہ عن اصول الدیانہ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کے اندر اپنے رجوع کی صراحت کی ہے اور یہ کہ وہ اب اسی مذہب پر قائم ہوگئے جو اہل سنت والجماعہ کا ہے بالخصوص امام احمد بن حنبل کا مذہب، گرچہ اس کے بعد بھی آپ کے پاس کچھ مخالفات باقی رہ گئی تھیں جیسے کہ کلام باری تعالی کے تعلق سے یہ کہنا کہ اس سے نفسیاتی معنی مراد ہے جو قائم بذاتہ ہے اور قرآن اللہ کے کلام کی حکایت ہے نہ کہ وہی اللہ کا کلام ہے، یہ اشاعرہ کا مذہب ہے جو کہ معتزلہ کے مذہب سے لیا گیا ہے اور معتزلہ کا مذہب جہمیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے، پھر اس کے بعد بہت سارے مذاہب پیدا ہوئے ان سب کی اصل جہمیہ ہے۔

فرقوں کے اصول اور بنیادوں کی تقریبا یہی ترتیب ہے:

- پہلے قدریہ۔
- پھر شیعہ۔
- پھر خوارج۔
- پھر جہمیہ۔

یہی فرقوں کے اصول اور بنیادیں ہیں۔

متعدد فرقوں کا جنم لینا اور پھر انکا اہل سنت والجماعہ سے اختلاف کرنا

اس کے بعد بہت سارے فرقوں نے جنم لیا جنہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے، اور اس بارے میں بہت ساری کتابیں بھی لکھی گئیں، انہی میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

1-الفرق بین الفرق للبغدادی۔

2-الملل والنحل للشہرستانی۔

3-الفصل فی الملل والنحل لابن حزم۔

4-مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین لابی الحسن الاشعری۔

یہ ساری کتابیں فرقوں پر لکھی گئی ہیں، ان کے اندر فرقوں کی تفصیل، ان کی تعداد اور ان کے اختلافات کو ذکر کیا گیا ہے، اور یہ کہ فرقے پروان کیسے چڑھتے ہیں اسے بھی واضح کیا گیا ہے، اور آج تک یہ فرقے پروان چڑھ رہے ہیں اور ان میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے، دوسرے مذاہب پیدا ہو رہے ہیں، ایک سے ٹوٹ کر دوسرے مذہب بن رہے ہیں، اور ساتھ میں نئے نئے افکار بھی پیدا ہو رہے ہیں اور اصل فکر سے دور ہوتے جارہے ہیں؛ چنانچہ اس وقت حق پر صرف اہل سنت والجماعہ قائم ہے، اور یہ ہمیشہ ہر جگہ قیامت تک باقی رہیں گے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ) ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو ان کو بے یارومددگار چھوڑے گا، وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، حتیٰ کہ اللہ کا حکم

آن پہنچے اور وہ اس طرح ہوں گے ۔(صحیح مسلم:1920)۔

الحمدللہ اہل سنت والجماعہ منکرین تقدیر کی ہمیشہ سے مخالفت کرتے آرہے ہیں؛ چنانچہ یہ تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور اسے ایمان کا ایک رکن مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کائنات کے اندر ہر چیز اللہ ہی کے فیصلے سے اور اس کی تقدیر سے وقوع پذیر ہوتی ہے؛ کیونکہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق، پالن ہار، مالک اور تصرف کرنے والا ہے ارشاد باری تعالی ہے:(اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ [62] لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ) ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے [62] آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں [الزمر:63]۔

اس کائنات کے اندر اللہ کی مشیئت، اس کے ارادے، اس کی تقدیر اور اس کی قدرت کے بغیر کوئی چیز تصرف نہیں کرسکتی ہے، ہر چیز اس کی مشیئت کے تابع ہے؛ چنانچہ اللہ تعالی کو ان چیزوں کے بارے میں بھی معلوم ہے جو گزر چکی ہیں اور ان تمام چیزوں کا بھی علم ہے جو ابد تک ہونے والی ہیں، پھر ان ساری چیزوں کو اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے پھر انہیں اپنی مشیئت سے وجود بخشا اور ان کی تخلیق کی۔

اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ بندے کے پاس بھی اس کی اپنی مشیئت، کسب اور اختیار ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ بے اختیار اور اپنے افعال پر مجبور ہے جیسا کہ غالی جبریہ کا عقیدہ ہے؛ چنانچہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔

اہل سنت والجماعہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ صحابہ کرام میں سے ہر ایک سے محبت کرتے ہیں وہ اہل بیت ہوں یا اہل بیت کے علاوہ دیگر صحابہ، وہ سب سے محبت کرتے ہیں وہ مہاجرین ہوں کہ انصار یا ان کی پیروی کرنے والے ان سب کے لیے یہ دعا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے [الحشر:10]۔

چنانچہ یہ شیعوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لیے کہ شیعہ صحابہ کرام کے درمیان تفریق کرتے ہیں؛ ان میں سے بعض سے محبت کرتے ہیں اور بعض سے دشمنی جب کہ اہل سنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں، البتہ صحابہ کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت پائی جاتی ہے؛ چنانچہ ان میں سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں پھر اس کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ پھر اس کے بعد مہاجرین پھر انصار، اصحاب بدر کے لیے خصوصی فضیلت ہے، اسی طرح اصحاب بیعت رضوان کے لیے بھی خصوصی فضیلت ہے، من جملہ تمام صحابہ کی فضیلت ہے دوسروں پر۔

اہل سنت والجماعہ حاکم وقت کی سمع وطاعت کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں برخلاف خوارج کے، چنانچہ یہ مسلمان حکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے خلاف خروج و

بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے گرچہ ان سے غلطی سرزد ہو جب تک کہ یہ غلطی کفر اور شرک اکبر سے کمتر ہو؛ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد معاصی کی بنیاد پر ان کے خلاف خروج کرنے سے منع کیا ہے؛ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خروج نہیں کر سکتے جب تک کہ ان کی طرف سے صریح کفر نہ دیکھ لو اور اس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل بھی ہو۔ (صحیح بخاری :6647)۔



سوالات

لیکچر ختم ہونے کے بعد شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے کچھ سوالات کیے گئے ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

1- دین میں غلو کے اسباب:

آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالی نے اور اس کے رسول نے دین میں غلو کرنے سے منع کیا ہے تو کیا اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرنے والے فرقوں کے انحراف کا سبب غلو ہے؟ اور وہ فرقے کون سے ہیں جن کے اندر غلو پایا جاتا ہے؟

جواب:

آپ نے فرمایا: وہ خوارج ہیں؛ کیونکہ ان کے انحراف کا سبب دین میں غلو کرنا ہے؛ اس لیے کہ یہ علم و بصیرت سے عاری ہو کر عبادت میں تشدد کرتے ہیں اور بغیر علم و بصیرت کے لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں چنانچہ یہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو ان کے عقیدے کی مخالفت کرتا ہے۔

بلا شبہ دین میں غلو کرنا ہی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے اللہ تعالی نے فرمایا: (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ) ترجمہ: کہہ دیجیے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں [المائدہ: 77]۔

مزید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ) ترجمہ: لوگو! دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں اسی غلو نے ہلاک کیا۔ (سنن ابن ماجہ: 3029)۔

غلو کہتے ہیں مطلوبہ حد سے تجاوز کر جانا، اور ہر وہ چیز جو حد سے تجاوز کر جائے وہ اصل کے مخالف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح منکرین صفات کے انحراف کا سبب بھی تنزیہ صفات میں غلو کرنا ہے اور ممثلہ اور مشبہہ کے انحراف کا سبب اثبات صفات میں غلو کرنا ہے۔

چنانچہ غلو ہر چیز کے لیے مصیبت ہے جبکہ اعتدال اور میانہ روی یہ ہی ہر چیز میں خیر اور بھلائی ہے؛ اس لیے بلا شبہ راہ حق سے بھٹکنے والے گمراہ فرقوں کی گمراہی اور انحراف میں غلو کا بڑا کردار رہا ہے۔

2-امت کا 73/فرقوں میں بٹنا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت 73 / فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیا عدد 73 میں محدود ہے یا نہیں؟

جواب:

73 کی عدد میں محصور نہیں ہے؛ اس لیے کہ فرقے بہت زیادہ ہیں، اگر آپ فرقوں کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو پائیں گے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جن 73 فرقوں کا ذکر حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اس سے مراد اصول ہے جن سے بہت سارے فرقے

پیدا ہوں گے؛ چنانچہ دورحاضر میں اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والی جتنی جماعتیں اور فرقے پائے جاتے ہیں یہ انہی اصول کا امتداد ہیں اور انہی کی شاخیں ہیں۔

3-فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ:

سوال یہ ہے کہ کیا فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ میں کوئی فرق ہے؟

جواب:

نہیں بالکل نہیں، فرقہ ناجیہ ہی طائفہ منصورہ ہے، کوئی فرقہ نجات پافتہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ کی طرف سے امداد یافتہ نہ ہو، اسی طرح کوئی فرقہ اللہ کی طرف سے امداد یافتہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ نجات پانے والا نہ ہو، یہ ایک ہی فرقے کے مختلف نام اور صفات ہیں؛ چنانچہ انہی کو اہل سنت والجماعت، فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی آ کر ان صفات کے درمیان تفریق کرتا ہے اور ان میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے فرقے اور کسی دوسری صفت کو کسی دوسرے فرقے کے لیے خاص کرتا ہے تو وہ اہل سنت والجماعہ کے درمیان دراصل اختلاف اور تفریق پیدا کرنا چاہتا ہے؛ چنانچہ وہ انہی میں سے کسی کو فرقہ ناجیہ اور کسی کو طائفہ منصورہ کہتا ہے جبکہ یہ غلط ہے؛ کیونکہ یہ سب ایک ہی جماعت ہیں، اسی جماعت کے لیے یہ ساری صفات وارد ہوئی ہیں جو کہ صفت کمال اور مدح پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ یہی اہل سنت والجماعہ ہیں یہی فرقہ ناجیہ ہیں اور یہی طائفہ منصورہ بھی ہیں، اور یہی قیامت تک حق پر قائم رہیں گے اور آخری زمانے میں یہی اجنبی ہوں گے۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت جہمیہ کی بھی مخالفت کرتے ہیں؛ چنانچہ اہل سنت والجماعہ ان تمام اسماء وصفات پر ایمان لاتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اور اسی طرح اس کے رسول نے اس کے لیے ثابت کیا ہے اور اس بارے میں یہ کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں؛ چنانچہ ان تمام اسماء وصفات پر ایمان لاتے ہیں جو کتاب وسنت کے اندر وارد ہوئے ہیں بغیر کسی تشبیہ اور تمثیل کے اور بغیر کسی تحریف اور تعطیل کے بالکل اسی اصول پر جسے اللہ نے بیان کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:(لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ [الشوری: 11]۔

اس طرح اہل سنت والجماعہ تمام مسائل اور تمام ابواب میں حق کی پیروی کرتے ہیں اور تمام گمراہ فرقوں اور باطل افکار کی مخالفت کرتے ہیں؛ چنانچہ جسے نجات کی فکر ہو اسے چاہیے کہ وہ اہل السنہ والجماعہ کا مذہب اختیار کرے، اہل السنہ والجماعہ عبادت کے باب میں اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کرتے ہیں جیسا شریعت میں وارد ہوا ہے برخلاف صوفیوں، بدعتیوں اور خرافاتیوں کے جو اپنی عبادتوں میں کتاب وسنت کے پابند نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ انہی چیزوں کی پیروی کرتے ہیں جنہیں ان کے پیر طریقت اور ائمہ ضلالت نے بنا رکھا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اہل سنت والجماعت میں سے بنائے، حق کی توفیق دے اور باطل سے دور رکھے، وہی سب کچھ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه۔